شاکر مہروی کا سرائیکی دوہڑا

Shakir Mehrvi's Saraiki Dohra

[1] ڈاکٹر عصمت اللہ شاہ [2] رابعہ بتول

Abstract:

Shakir Mehervi was a promising poet who grew under the shadow of renowned Saraiki poet Ahmed khan Tariq and became a big fruit full tree due to his hard work and great poetic imagination. Unfortunately he had to leave this world due to certain critical circumstances of his life but his work will never die. He was such a unique poet of Saraiki poem, ghazal and Dohra. Especially he gave a new life and recognition to Saraiki Dohra. "Monjh" was his favourite topic and he gave this word a new meaning and understanding. There is beautiful blend of tradition and modernism in his "Dohra". Home land and his love for the local people and its culture is manifest in his Dohra. He also tried to improve and impart good social, cultural and moral values in his poetry. He is also the poet of hope, courage and hard work. He was very successful in introducing "Dohra" in modern Saraiki content. He was gifted with deep observation and penetrating eye sight that is why his poetry is mature, excellent and unparalleled.

Keywords: Anguish, Sadness, feeling of deprivation, tradition, glorious complaint, the bitter reality of life

شاکر مہروی ایک ذہین شاعر تھے جو معروف سرائیکی شاعر احمد خان طارق کے سائے میں پروان چڑھے اور اپنی محنت اور عظیم شاعرانہ تخیل کی وجہ سے ایک بڑا پھل دار درخت بن گئے۔ بدقسمتی سے انہیں اپنی زندگی کے بعض نازک حالات کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت ہونا پڑا لیکن ان کے کام کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ وہ سرائیکی نظم، غزل اور دوہروں کے ایسے منفرد شاعر تھے۔ بالخصوص سرائیکی ڈوہڑہ کو ایک نئی زندگی اور پہچان دی۔ "مونجھ" ان کا پسندیدہ موضوع تھا اور اس نے اس لفظ کو ایک نیا مفہوم اور مفہوم دیا۔ ان کے ”دوہرہ“ میں روایت اور جدیدیت کا حسین امتزاج ہے۔ آبائی سرزمین اور مقامی لوگوں اور اس کی ثقافت سے ان کی محبت ان کے دوہرے سے عیاں ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں اچھی سماجی، ثقافتی اور اخلاقی اقدار کو سنوارنے کی بھی کوشش کی۔ وہ امید، ہمت اور محنت کے شاعر بھی ہیں۔ وہ جدید سرائیکی مواد میں "دوہرہ" کو متعارف کرانے میں بہت کامیاب رہے۔ انہیں گہرا مشاہدہ اور چشم کشا بصارت سے نوازا گیا تھا یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری پختہ، بہترین اور بے مثال ہے۔

کلیدی الفاظ: مونجھ، زودرنجی، احساسِ محرومی، روایت، شکوہ شکایت، زندگی کی تلخ حقیقت

شاکر مہروی کا اصل نام محمد رمضان تھا وہ ۱۲ اگست ۱۹۶۶ء کو ضلع مظفر گڑھ کے قصبے سنانواں میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد ۱۳ سال کی عمر میں شاعری شروع کر دی اور شاہ صدر دین میں موجود اُس عہد کے سب سے بڑے دوہڑہ گو شاعر احمد خان طارق کو اپنا روحانی استاد بنایا۔ انہوں نے ہی محمد رمضان کو

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سرائیکی، گورنمنٹ ایس۔ای کالج، بہاول پور

[2] لیکچرر، شعبہ سرائیکی، گورنمنٹ گرلز ایسوسی ایٹ کالج، نواب پور، ملتان

شاکر تخلص عطا کیا اور پیر مہر علی شاہؒ سے روحانی نسبت کی وجہ سے یہ محمد رمضان سے شاکر مہروی بن گئے۔ اس طرح ۱۹۷۹ء سے احمد خان طارق کی چھاؤں تلے اُگنے والا یہ ادبی پودا بہت ہی تھوڑے عرصے میں سرائیکی شاعری کا ایک گھنا درخت بن گیا۔ اور اس کی شہرت وسیب کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ شاکر مہروی کے ساتھ صرف ایک مسئلہ یہ ہوا کہ جس زمانے میں وہ سرائیکی شاعری میں اپنا نام اور مقام بنانے کی کوشش کر رہا تھا عین اسی وقت شاکر شجاع آبادی نے وسیب میں دھوم مچا رکھی تھی۔ پھر یوں ہوا کہ دونوں شاکر آپس میں گڈ مڈ ہونے لگے اور شاکر مہروی کی شاعری شاکر شجاع آبادی سے منسوب کی جانے لگی کیوں کہ وہ نسبتاً زیادہ مشہور اور عوام میں مقبول شاعر تھا۔ خاص طور پر سرائیکی دوہڑے شاکر شجاع آبادی کے نام سے مشہور ہونے لگے اس لئے منفرد اسلوب اور جداگانہ طرز اظہار اپنانے کے باوجود بھی شاکر مہروی سرائیکی دوہڑے کے حوالے سے وہ شہرت حاصل نہ کر سکا جو اس کا حق تھا۔ شاکر مہروی نے دوہڑے کے ساتھ ساتھ سرائیکی غزل اور نظم میں بھی طبع آزمائی کی اور اپنا منفرد مقام بنانے میں کامیاب بھی ہو گئے۔ یہ مہان فنکار مختصر زندگی گزار کر ۲۶ فروری ۲۰۱۰ء کو خالق حقیقی سے جاملا۔

شاکر مہروی کے اب تک منظر عام پر آنے والے شعری مجموعوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

میں یاد آساں:

یہ شاکر مہروی کا پہلا سرائیکی شعری مجموعہ ہے جسے جھوک پبلشرز ملتان نے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔ ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعے میں نعتیں، دوہڑے، غزلیں، نظمیں، اور گیت شامل ہیں۔ ''میں یاد آساں'' کا عنوان انہوں نے اپنے اس مشہور دوہڑے سے لیا:

توں یاد رکھیں سُکھ سفریں وچ کئی شئے پئی کُھٹ میں یاد آساں
کہیں ثابت شئے کوں کہیں حیلے لگا کہیں جاء بُٹ میں یاد آساں
یا شام دے ولدے پکھیاں دا ڈٖھو کہیں جاء جُٹ میں یاد آساں
تیڈے ہتھ دا شاکر شیشہ ہاں جڈٖاں ویساں تُرٹ میں یاد آساں(۱)

بس توں :

یہ شاکر مہروی کا دوسرا مجموعہِ کلام ہے یہ بھی ۱۶۰ صفحوں پر مشتمل ہے اور اسے ناصر پبلی کیشنز ڈیرہ غازی خان نے شائع کیا ہے۔ اسے چھاپنے کا اہتمام احمد خان طارق سرائیکی ادبی، ثقافتی سنگت سانواں نے کیا۔ اس کتاب میں بھی دوہڑے، غزلیں، نعتیں، نظمیں، اور گیت شامل ہیں۔ اس کتاب کا عنوان بھی شاکر مہروی نے اپنے اس مقبول دوہڑے سے لیا:

میڈے رووݨ دا اسباب مِٹھا میڈا شوق تے کھل ہَس توں
اساں کلھیاں سونہہ سڈ سائیاں بے وسیاں دا وس توں
توں سانگی سیت سُہاگ میڈا ڈوں جگ دی چس رس توں
میڈا شاکرؔ حال وی شاکر ہن میں کجھ کینی بس توں(۲)

شاکر مہروی دے ڈوہڑے:

شاکر مہروی کے دوہڑے کے عنوان سے ان کے بہت سے کتابچے بھی چھپے اور عوام سے مقبولیت کی سند بھی حاصل کی۔ جن کی تعداد تقریباً ۳۰ سے زیادہ ہے۔ جن میں زیادہ تر خالصتاً دوہڑوں کے مجموعے ہیں۔

سرائیکی وسیب کے بہت سے گلوکاروں نے شاکر مہروی کے دوہڑے گا کر شہرت حاصل کی مگر جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ان کے دوہڑے شاکر شجاع آبادی کے نام سے منسوب ہوتے رہے اور کافی عرصے تک لوگوں کو یہ پتہ ہی نہ چل سکا کہ ایک کی بجائے دو شاکر ہیں اس حوالے سے شاکر مہروی خود کہتے ہیں:

> ''میں نے خود دیکھا ہے کہ مختلف شاعروں میں شاکر شجاع آبادی سے میرے دوہڑے سنانے کی فرمائش کی جاتی ہے اور وہ خود کہہ دیتے ہیں کہ یہ دوہڑہ میرا نہیں بلکہ شاکر مہروی کا ہے۔''(۳)

شاکر مہروی نے اپنے دوہڑے میں جدید رنگ اپنا کر سرائیکی دوہڑے کو نئی آبرو اور پہچان عطا کی مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سرائیکی دوہڑے کے روایتی انداز سے بھی مکمل طور پر دامن نہیں چھڑایا۔ بلکہ اسی روایت پر چل کر ہی جدیدیت کی طرف مائل ہوئے۔

''مونجھ'' سرائیکی زبان کا ایک ایسا لفظ ہے جس کا صحیح مفہوم کسی اور زبان میں تلاش کرنا انتہائی مشکل ہے۔ یہ لفظ جدائی کے دکھ، کسی کی یاد کی شدت، ہجر کے قرب اور مایوسی کے علاوہ دیگر کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کثیر المعانی یہ لفظ سرائیکی زبان کی وسعت اور فصاحت و بلاغت کی ایک شاندار مثال ہے۔ یہی ''مونجھ'' شاکر مہروی کے دوہڑوں کا ایک بڑا اور اہم موضوع ہے کو نئے نئے معنی اور مفاہیم عطا کیے ''مونجھ'' کے کئی کئی رنگ ان کے دوہڑے میں جھلکتے نظر آتے ہیں اس حوالے سے ان کا یہ دوہڑا دیکھیں:

اج اُجڑیا ڈیکھ تے اُجڑی کوں نی تھیندا نال پچھانواں آکھیں کانواں
کل تک تاں سیندھ سندور وچ ہئی اج خاک بیٹھی سر پانواں آکھیں کانواں
پیا بھوئیں تے مار لکیراں کئی ہہہ مونجھا جی وندلانواں آکھیں کانواں
جھل شاکر چاٹ کلیپے دی ودی کندھیاں نال آلانواں آکھیں کانواں(۴)

شاکر مہروی کے سرائیکی دوہڑوں میں عشق و محبت کے روایتی موضوعات کی بھی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ محبوب کی روائتی بے رخی، جفاکاری، بات بات پر روٹھ جانے کی عادت، سنگ دلی اور بے نیازی شاکر مہروی کے دوہڑوں کا ایک خاص موضوع ہے۔ محبوب کا معمولی سی بات پر روٹھ جانا عاشق کو مرغِ بسمل کی طرح تڑپاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اپنے محبوب کے سامنے بے بس و لاچار محسوس کرتا ہے۔ محبت کا اولین تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کی خوشی کی ہی اپنی خوشی سمجھا جائے اور اس کی مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کر دیا جائے مگر محبوب مجازی کا روٹھنا اور پھر حد سے زیادہ بے نیازی اور بے پرواہی عاشقِ نامراد کو ہر گھڑی تڑپاتی اور رُلاتی ہے۔اسی کیفیت کا اظہار شاکر مہروی اپنے دوہڑے میں کچھ یوں کرتے ہیں:

کیوں رُسدیں تیڈے روسے دا کائنات نی مل توں کیوں رُسدیں
جڈاں جاندا ہئیں تیڈی مُسک بناں نئیں کھِلدے پُھل توں کیوں رُسدیں
رُل ویسی تن دے صحرا وچ میڈی روح بُلبل توں کیوں رُسدیں
اونویں آکھ چا شاکر رُل ونج توں میں ویندا رُل توں کیوں رُسدیں(۵)

کہا جاتا ہے کہ جو کچھ انسان کے اندر ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے اس لیے جب ہم شاکر مہروی کی سرائیکی

شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی ذاتی زندگی کے تلخ تجربات اور غمِ روزگار کی کربناک کیفیات جابجا اس کے مظلوم اور مجبور ہونے کی گواہی دے رہی ہیں وہ ایک غریب آدمی تھا حالات کی ستم ظریفی نے کبھی اسے سکھ کا سانس نہیں لینے دیا۔ غم روزگار نے ہی اس کڑیل نوجوان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹنا شروع کر دیا۔ مگر آفرین ہے کہ اس نے کبھی ہمت نہیں ہاری بلکہ انتہائی حوصلے اور جرأت مندی سے کڑے سے کڑے امتحان میں بھی ثابت قدم رہنے کی روایت کو برقرار رکھا اس حوالے سے ڈاکٹر گل عباس اعوان کہتے ہیں:

> ''شاکر مہروی نے بھی کوئی معاشی خوشحالی نہ دیکھی ان پر بہت ساری گھریلو ذمہ داریاں تھیں۔ غم روزگار اور غم جاناں جب یک جا ہوئے تو ان کے اندر بھی آتش فشاں پلنے لگا مگر شاکر مہروی کی شاعری میں ہمیں مسلسل حوصلہ مندی کا عنصر ملتا ہے۔ وہ غم کو ہنس کر اور حوصلے سے برداشت کرتے ہیں۔''(۶)

سرائیکی وسیب کے رہنے والے ہمیشہ حالات کی ستم ظریفی کا شکار رہے ہیں۔ یہاں روزگار کے وسائل انتہائی کم اور وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ عوام نے کبھی خوش حالی کا منہ نہیں دیکھا۔ شاکر مہروی بھی ایک عام آدمی تھا اسی محرومیوں کی ماری دھرتی پہ اس کا جنم ہوا تھا۔ شعور کی آنکھ کھولتے ہی وہ اپنے ارد گرد ناچتی بھوک اور راج کرتی ہوئی غربت کو دیکھ کر اندر ہی اندر کُڑھتا رہا۔ دوسرے لوگوں کی طرح اسے بھی غم وراثت میں ملے مگر حساس دل رکھنے والا یہ شخص ہمت، حوصلے اور استقامت کی تصویر بنا معاشرے کا ہر ظلم اور جبر ہنس کر برداشت کرتا رہا اس حوالے سے اس کی دلی کیفیات کی ترجمانی کرتا ہوا یہ دوہڑا ملاحظہ کریں:

کہیں جھنڑک ڈِتی احساس تھئے ساڈا جسم جہان دے کم آ گئے
کنڈ بھاہ گئی کہیں دے چھمکیں کوں بیا دِل ارمان دے کم آ گئے
بُت بھر بھر بھوئیں کوں بھاگ ڈِتے روح ول اسمان دے کم آ گئے
ہک شاکر نامی غم ہاسے او وی کہیں غمستان دے کم آ گئے(۷)

شاکر مہروی کے دوہڑوں میں جدید عصری مسائل کے حوالے سے بھی بھرپور اظہار ملتا ہے انہیں اپنی دھرتی سے محبت تھی وہ وسیب کی ہر ہر چیز کو اپنا سمجھتے تھے۔ پورا وسیب ان کے اندر سانس لیتا تھا اس لیے وہ

وسیب کو خوش اور خوشحال دیکھنا چاہتے تھے۔ ایک درد مند دل رکھنے والے، باشعور دھرتی واس ہونے کی حیثیت سے ان کی خواہش تھی کہ میرے وسیب میں دُکھ، بھوک اور پیاس نہ ہو، وہ مایوس چہروں پر خوشی کی رونق دیکھنا چاہتے تھے ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کی خواہش ہر وقت ان کے دل میں مچلتی رہتی تھی۔ یہی خواہش ان کے دوہڑوں میں بھی جابجا اپنے جلوے دکھاتی نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے ان کا ایک دوہڑہ پیش خدمت ہے:

گو تھل دے یار تھلوچڑ ہِن پر پیار پریت کوں جاݨدے ہِئیں
اے ریت ء سیت غریبیں دا اساں ہار تے جیت کوں جاݨدے ہِئیں
تھل کعبے کعبہ غربت دا ایں پاک مسیت کوں جاݨدے ہِئیں
گل ݙے کے شاکرؔ تھل رکھݨے ایندی ہک ہک رِیت کوں جاݨدے ہِئیں (۸)

سرائیکی دھرتی وہ بختاور دھرتی ہے جسے اللہ نے سارے موسم دیئے ہیں۔ یہاں ہر طرح کے جغرافیائی حالات موجود ہیں۔ ساری فصلیں یہاں اُگتی ہیں۔ اور یہ سونا اُگلتی ذرخیز دھرتی وادیِ سندھ کا دل ہے۔ یہاں کا ہر باسی اپنی دھرتی کو ماں سمجھتا ہے۔ پیار، محبت اور امن بانٹنے والی یہ دھرتی صدیوں سے دُکھی اور پژمردہ دلوں پر مرہم لگاتی آتی ہے۔ یہ خوبصورت دھرتی اور اس کا شاندار لینڈ سکیپ ہمارے شاعروں کا ہمیشہ سے ایک پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ ہر شاعر نے اپنے اپنے انداز میں اپنی ماں دھرتی سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ شاکر مہروی کے سرائیکی دوہڑوں میں بھی دھرتی سے جڑے رہنے کا اظہار ملتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ دوہڑہ دیکھیں:

رنگ رَلیاں گھن گئے، سنگ سانول میڈے ہیٹ کوں رنگ بدرنگ ݙے گئے،
رُل مویاں کٹیاں ہیلے وچ منجھیاں کوں ڈھنگ بے ڈھنگ گئے
تھاں مٹیاں ہِن بِن ٹگݨے دے میڈے تن کوں انگ دھڑنگ ݙے گئے،
آوے ترکہ شاکرؔ سانبھ ونجے اونکوں زنگ لگ گئے، جیڑھی ونگ ݙے گئے، (۹)

شاکر مہروی کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے سرائیکی دوہڑے کو موضوعات کے حوالے

ISSN:2708-5724, E-ISSN:2708-5732

سے ایک نیا رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ وسیب کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھنے کے باوصف انہوں نے ہمیشہ اپنی شاعری میں ثقافتی قدروں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ دھرتی سے گہری وابستگی ان کے کلام میں جابجا اپنے جلوے دکھاتی نظر آتی ہے۔ خاص طور پر وسیب میں پروان چڑھنے والی پیار، محبت اور امن وآشتی کی خوبصورت روایت ان کی شاعری کا لازمی حصہ رہی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ شاندار روایت اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ یونہی پروان چڑھتی رہے تاکہ سرائیکی وسیب ایک مثالی معاشرے میں ڈھلتا چلا جائے اس حوالے سے انہوں نے خوبصورت لفظوں اور لطیف جذبات کو یکجا کر کے اپنی شاعری کو انتہائی موثر اور دلکش بنا دیا ہے۔ مثال کے طور ان کا یہ دوہڑا ملاحظہ کریں:

تیڈے وسبے جانڑ کے ٹُر آئے ہیں چلو سونہہ تے سال گنڑر ویسی
بھر گونڈے جھولیاں وڈھ چُنڑسوں تیڈے رزق تے کال گنڑر ویسی
توڑے پیر پُڑیسن نَڑ ناڑواے وی خیر دے نال گنڑر ویسی
توں وی شاکرؔ پیار دی ہار بھریں ساڈا کیا بھیوال گنڑر ویسی (۱۰)

سسی پنوں کی معروف رومانوی لوک داستان ہمیشہ سے ہی سرائیکی شعراء کا من پسند موضوع رہا ہے ہر چھوٹے بڑے سرائیکی شاعر نے سسی کے حوالے سے شاعری کی ہے اور سسی کو استعارہ اور علامت بنا کر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ سسی کا تعلق سرائیکی وسیب سے تھا اور رحیم یار خان کی نواحی بستی بُھٹہ واہن میں آج بھی سسی کی ماڑی موجود ہے۔ اس لیے ہر سرائیکی شاعر کو سسی سے دلی اُنس رہا ہے۔ دوسرا یہ کہ سسی نے معشوق کی بجائے ایک سچے عاشق کی حیثیت سے اپنے محبوب پنوں کے لیے اپنا گھر بار، آرام، سکون اور عیش و عشرت چھوڑ چھاڑ کر صحراؤں اور جنگلوں کی خاک چھانی اور بالآخر اسی تلاش و جستجو میں اپنی جان کی بازی لگا دی۔ سرائیکی شاعری میں سسی، ایثار، قربانی اور وفاداری کی انمول مثال بن گئی۔ اور ہر شاعر نے اسے اپنے اپنے انداز اور اپنے اپنے الفاظ میں قلم بند کیا۔ شاکر مہروی کے سرائیکی دوہڑوں میں بھی سسی کے دوہڑے ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کا ایک دوہڑا پیش خدمت ہے:

میکوں اوچھا ڈیکھ تے تھل ماریئے ٹُری آئی یَٔ ریت زبان تونڑیں
دھاں ڈُھوڑ ڈُھدّڑ دے ہاپ تھئی کوئی آہ نی گئی، اسمان تونڑیں
اُونویں ملکہ ہم جاگیر میڈی بھنبھور کنوں مکران تونڑیں
میڈے راج دا شاکر آنت نہ ہاجے پُج ویندی میں خان تونڑیں (۱۱)

جدائی یا فراق بھی شاکر مہروی کے سرائیکی دوہڑوں کا ایک خاص موضوع رہا ہے۔ شاکر مہروی کی شاعری میں جدائی کے موضوع کو اگر زیادہ گہرائی سے دیکھیں تو یہ حقیقت آشکارہ ہوتی ہے کہ اسے یہ موضوع اتنا پسند تھا کہ اس نے خود بھی دنیا سے جدا ہونے میں بالکل بھی دیر نہیں لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنی مختصر زندگی کو بہت ہی مختصر وقت میں گزار کر یوں چل دیے۔ جیسے انہیں کہیں پہنچنے کی جلدی ہو۔ وہ ایک سچے عاشق تھے اور سچا عاشق محبوب کی جدائی کو اس کی طرف سے دیا گیا ایک قیمتی تحفہ سمجھ کر سینے سے لگائے رکھتا ہے۔ ویسے بھی محبوب کی ہر چیز پیاری لگتی ہے۔ اس لیے جدائی کا درد بھی ایک عاشق صادق ہنس کر سہہ لیتا ہے اور باقی کی ساری زندگی محبوب کی یادوں کے سہارے گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ جدائی کے حوالے سے شاکر مہروی کا ایک دوہڑا پیش خدمت ہے۔:

تیئں ڈھول رُوائے میں روپئی ہاں ہک رات تے بھانویں سال رُنی
میں آپ رُنی رُخسار رُنے میڈی ہر ڈُسکی میڈے نال رُنی
میں اولے گھن گھن روندی رہی میں منہ تے سٹ سٹ وال رُنی
پُچھ شاکر حال نہ چُنری توں جیڑھی بنْ میڈی بھئیوال رُنی (۱۲)

شاکر مہروی کے سرائیکی دوہڑے جدید سرائیکی شاعری میں اپنا ایک منفرد مقام بنانے میں اس لیے بھی کامیاب ہوئے کہ شاکر مہروی نے موضوعات کے حوالے سے ان دوہڑوں میں بہت سے نئے اور کامیاب تجربے کئے ہیں ان کے سرائیکی دوہڑے وسیب کا ایک ایسا منظر نامہ ہیں جن میں سرائیکی وسیب اپنے سارے رنگوں کے ساتھ سانس لیتا دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ شاکر مہروی سرائیکی وسیب کے ایک پڑھے لکھے اور باشعور انسان تھے اس لیے انہوں نے وسیب کی ایک ایک شئے کو گہرے مشاہدے کی آنکھ سے دیکھا اور پھر اسے لفظوں

کا روپ دے کر خوبصورت اور منفرد انداز میں پیش کر کے اپنی شاعرانہ مہارت دکھائی اس حوالے سے معروف نقاد، محقق اور صحافی محبوب تابش کہتے ہیں:

> ''شاکر مہروی کی شاعری اپنے علاقے کی رسموں ریتوں میں سانس لیتی ہے۔ انہوں نے دوہڑوں کے مصرعوں میں ثقافتی استعارے کچھ اس خوبصورتی سے برتے کہ مقامیت ایک بڑے پس منظر میں ڈھل کر پوری دنیا سے ملتی نظر آتی ہے۔ پیار اور محبت کی عام روایتی شعری ریت سے بڑی مہارت سے انہوں نے سرمایہ داری اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے عذاب کو عہد حاضر کے انسان کی سوچ سے جوڑنے کی منفرد راہ نکالی۔''(۱۳)

اس ساری بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ شاکر مہروی ایک ایسا دوہڑا گو شاعر ہے جس کے دوہڑوں میں تمام قسم کے موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ تصوف، پیار، محبت اور عشق کی واردات جیسے روایتی موضوعات سے لے کر جدید عصری مسائل تک اس نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور شہکار دوہڑے تخلیق کیے۔

حوالہ جات

۱۔ مہروی، شاکر، میں یاد آساں، سانواں کوٹ ادو، سرائیکی ادبی ثقافتی سنگت، ۲۰۰۴ء، ص ۱۳۔

۲۔ مہروی، بس توں، سانواں، احمد خان طارق سرائیکی ادبی و ثقافتی سنگت، ۲۰۱۰ء، ص ۳۳۔

۳۔ مہروی، شاکر، انٹرویو (مشمولہ)، کوٹ ادو، ترائے ماہی الطارق، چیف ایڈیٹر: عبدالرزاق زاہد، مئی، جون، جولائی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵۔

۴۔ طالب، رمضان (م ر)، ہیرے موتی، ڈیرہ غازی خان، دبستان سحر، ۲۰۰۴ء، ص ۵۲۔

۵۔ مہروی، شاکر، میں یاد آساں، سانواں کوٹ ادو، سرائیکی ادبی ثقافتی سنگت، ۲۰۰۴ء، ص ۵۷۔

۶۔ گل عباس اعوان، ڈاکٹر، جدید سرائیکی شاعری، ملتان، جھوک پبلشرز، ۲۰۱۴ء، ص ۱۷۲۔

۷۔ مہروی، شاکر، میں یاد آساں، سانواں کوٹ ادو، سرائیکی ادبی ثقافتی سنگت، ۲۰۰۴ء، ص ۴۴۔

۸۔ مہروی، شاکر، میں یاد آساں، سانواں کوٹ ادو، سرائیکی ادبی ثقافتی سنگت، ۲۰۰۴ء، ص ۳۸۔

۹۔ مہروی، بس توں، سنانواں، احمد خان طارق سرائیکی ادبی وثقافتی سنگت، ۲۰۱۰ء، ص ۶۳۔

۱۰۔ مہروی، شاکر، میں یاد آساں، سنانواں کوٹ ادو، سرائیکی ادبی ثقافتی سنگت، ۲۰۰۴ء، ص ۵۶۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۶۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۳۔

۱۳۔ تابش، محبوب، مضمون (مشمولہ)، کوٹ ادو، الطارق، ۲۰۱۰ء، ص ۷۲۔